کیا روزہ رکھنے والے کے لئے طلوع سحر کے بعد بھی کھانا جائزہے؟۔

از۔مفتی محمد خان قادری

کیا روزہ رکھنے والے کیلئے طلوع سحر کے بعد بھی کھانا جائز ہے؟

مفتی محمد خان قادری (مترجم: تفسیر کبیر)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذا سمع احدکم النداء والاناء فی یده فلا یضعه حتی یقضی حاجته منه

جب کوئی تم میں سے اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اسے نیچے نہ رکھے یہاں تک کہ وہ اس سے اپنی حاجت پوری کر لے۔

(سنن ابوداؤد۔ باب الرجل یسمع النداء والاناء فی یدہ)

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کچھ اہل علم نے یہ تحریر کیا کہ آدمی طلوع سحر پر اذان کے بعد بھی کھانا جاری رکھ سکتا ہے حالانکہ یہ بات کتاب وسنت کی تعلیمات کے منافی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس رائے کا کتاب وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کر یہ واضح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ روایت ثابت ہی نہیں اور اگر ثابت ہے تو اس کا مفہوم وہ نہیں جو ان اہل علم نے اختیار کیا ہے مثلاً

۱۔ شیخ ناصر الدین البانی نے اس حدیث سے پہلے یہ عنوان قائم کیا ہے:

الامساك عن الطعام قبل اذان الصبح بدعة

اذان صبح سے پہلے کھانے سے رک جانا بدعت ہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۳۔ ۳۸۱)

۲۔ حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق بھی ملاحظہ کیجیے، لکھتے ہیں: سحری کے بارے میں

مولانا اسحاق صاحب کہتے ہیں : مؤذن کے اللہ اکبر کہنے کے بعد لقمہ بھی منہ میں ڈالنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص افطاری سے ایک منٹ پہلے روزہ کھول لے ۔(خطبات اسحاق :۱۔۱۲۰)

موصوف نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا، اسحاق صاحب کی یہ بات ان کی جہالت کی ایک اور دلیل ہے جو کہ اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں اذان کے وقت سحری کھانے کا جواز ثابت ہے ۔ دیکھئے سنن ابو داؤد :۲۳۵۰ وسندہ حسن وصححہ الحاکم : ۱۔۲۰۳ علی شرط مسلم ووافقہ الذہبی

یاد رہے کہ اگلے صفحہ "۱۲۱" پر اسحاق صاحب نے صحیح حدیث کی بعید ترین تاویل کررکھی ہے جس کا باطل ہونا ظاہر ہے ۔(مقالات :۲۔۲۷۷)

۳۔ مفتی عبد القیوم خان ہزاروی نے وقت سحری اور وقت افطار کے عنوان سے "خصوصی رعایت" کی سرخی جما کر لکھا :

"قاعدہ قانون کے مطابق سحری کا وقت طلوع فجر سے پہلے ہی ہے لیکن فطری بات ہے کہ انسان کبھی کبھار لیٹ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے فہم و فراست، عقل و دانش اور شعور کے شہنشاہ، شارع علیہ السلام نے خصوصی رعایت فرمائی ہے: جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کیے بغیر اسے نہ رکھے پھر اس کے بعد حضرت ملا علی قاری سے اس حدیث کا ترجمہ نقل کیا اور لکھا ،لہذا اس قدر شدت نہیں ہونی چاہیے جس طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ اذان شروع ہوتے ہی جو لقمہ منہ میں ہو وہ بھی باہر پھینک دیا جائے کیونکہ عام طور پر لوگ وقت ختم ہونے سے پہلے ہی سحری کھالیتے ہیں مجبوراً ہی کوئی بالکل آخری وقت میں کھا پی رہا ہوتا ہے ۔

(رسالہ منہاج القرآن :جولائی ۔2015)

آئیے ان آراء کا جائزہ لیتے ہیں :

پہلی بات :

ہم سب سے پہلے یہ بات واضح کرنا چاہ رہے ہیں کہ یہ روایت قرآن کی صریح نص کے خلاف ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

اور کھاؤ اور پیئو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈوڑے سے صبح کے وقت۔

(البقرہ:۱۸۷)

اسی طرح یہ نبی کریم ﷺ کی دیگر احادیث کے بھی منافی ہے مثلاً حدیث میں موجود ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو تہجد کی اذان دیتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

کلوا واشربوا حتی یؤذن ابن اُم مکتوم فانه لا یؤذن حتی یطلع الفجر

(البخاری: حدیث:۶۱۷، مسلم: حدیث:۱۰۹۲)

کھاؤ اور پیئو یہاں تک کہ ابن اُم مکتوم اذان دے کیونکہ وہ طلوع فجر کے وقت ہی اذان دیتے ہیں۔

آپ خود قرآنی آیت اور اس حدیث کے الفاظ کا جائزہ لیں تو آپ محسوس کریں گے کہ طلوع سحر پر اذان کے بعد کھانے سے کتاب وسنت نے منع کیا ہے تو اگر ہم مذکورہ روایت کو صحیح مان لیں تو اسلام میں تضاد سامنے آجائے گا جس کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں۔

دوسری بات:

اس سلسلہ میں یہ سامنے لانے والی ہے کہ اس روایت کے بارے میں اُمت کے مسلمہ محدثین نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

۱۔ امام ابن ابی حاتم محمد بن ادریس رازی (ت:۳۲۷) دو روایات کا ذکر کر کے اپنے والد کے حوالہ سے ان کی صحت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابی: هذان الحدیثان لیسا بصحیحین اما حدیث (عمار) فعن ابی هریرة موقوف وعمار ثقة والحدیث الآخر لیس بصحیح

(علل الحدیث:۱، ۵۶۷)

یہ دونوں احادیث صحیح نہیں۔ حدیث عمار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے یعنی یہ حدیث نبوی ﷺ نہیں اور دوسری حدیث بھی صحیح نہیں۔

۲۔ شیخ شمس الدین ابن قیم (ت:۷۵۱) نے بھی اسی حدیث کے بارے میں لکھا:

هذا الحديث اعله ابن القطان بانه مشكوك فى اتصاله قال: لان ابا داود قال: انبانا عبد الاعلى بن حماد اظنه عن حماد عن محمد بن عمرو عن ابى هريرة

(شرح سنن ابی داود:۶۔۳۴۰)

اس حدیث میں امام ابن قطان نے یہ علت بیان کی ہے کہ یہ روایت متصل نہیں کیونکہ امام ابو داؤد نے اسے عبد الاعلیٰ بن حماد سے نقل کیا جو کہ میرے خیال میں "عن حماد" ہے جس نے سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔

۳۔ امام عبد الرؤف مناوی (ت:۱۰۳۱) نے اسی روایت کے بارے میں لکھا:

لكن قال فى المنار مشكوك فى رفعه

(فیض القدیر:۱۔۲۷۸)

لیکن منار میں کہا کہ اس حدیث کے فرمان نبوی ﷺ ہونے میں شک ہے۔

ان عبارات میں یہ واضح ہے کہ یہ روایت ارشاد نبوی ﷺ نہیں بلکہ صحابی کا قول ہے اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن کے مقابلہ میں صحابی کا قول ہرگز قابل قبول نہیں ہوتا۔

اب تک دو چیزیں سامنے آچکی ہیں، پہلی یہ روایت کتاب وسنت کی تصریحات کے منافی ہے اور دوسری یہ کہ یہ صحابی کا قول ہے نہ کہ ارشاد نبوی ﷺ۔

تیسری بات:

یہ سامنے لانے والی ہے کہ اگر یہ روایت ثابت اور فرمان نبوی ہے تو اس کا محدثین نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہ ان مذکورہ اہل علم کی رائے کے خلاف ہے اور وہ ہرگز ان کی تائید نہیں کرتا۔

پانچ معانی ومفاہیم

ہم یہاں مسلمہ محدثین کے حوالہ سے اس مبارک ارشاد نبوی ﷺ کا معنیٰ ومفہوم واضح کیے دیتے ہیں: اس حدیث کے اہل علم نے یہ پانچ معانی اور مفاہیم بیان کیے ہیں:

پہلا معنیٰ:

اس حدیث میں اذان سے مراد ہر نماز کی اذان ہے اور مقصد یہ ہے کہ اذان

سننے کے بعد اگر کھانے کی حاجت ہو تو آدمی نماز کی طرف آنے سے پہلے کھانا کھالے تا کہ ذہن اس کی طرف متوجہ نہ رہے جیسے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

اذا اُقیمت الصلاۃ وحضر العشاء فابدؤا بالعشاء

جب نماز کے لیے اذان دی جائے اور کھانا بھی حاضر ہو تو پہلے کھانا کھالیا جائے۔

(سنن ابن ماجہ۔ترمذی،نسائی)

اہل علم نے یہ تصریح کی کہ زیر مطالعہ حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے کیونکہ اس دوسری روایت میں آپ نے اسے واضح کر دیا ہے، امام محمود خطاب السبکی نے ابوداؤد کی شرح میں اسی معنٰی کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

فانهما سيقا على نسق واحد والغرض منهما قطع بال المصلى عن الاشتغال بغير الصلاة

ان دونوں روایات کا پس منظر ایک ہی ہے اور ان دونوں سے غرض نماز کے علاوہ غیر نماز کی مشغولیت سے فارغ کرنا ہے۔

(المنهل العذب المورود:۱۰۔۷۰)

سنن ابوداؤد کے دوسرے شارح مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی اسی بات کو اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ولك ان تحمل الرواية على غير حالة الصوم فلا تتعلق هى بالفجر ولا بالمغرب بل هى واردة على امر الصلوة كورود قوله عليه الصلوة والسلام اذا حضرت العشاء واقيمت العشاء فابدؤا بالعشاء فانهما سيقا على نمط واحد والمرعى فيهما قطع بال المصلى عن الاشتغال بغير امر الصلوة فكما انها واردة بقضاء حاجته فكذلك هى واردة بقضاء حاجته من

اس حدیث کو حالت صوم کے علاوہ پر محمول کیا جا سکتا ہے نہ اس کا تعلق فجر سے ہے نہ مغرب سے بلکہ یہ ہر نماز کے معاملہ میں وارد ہے جیسے آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر شام کا کھانا سامنے ہو اور عشاء کی اذان ہو جائے تو تم پہلے کھانا کھا لو) کیونکہ ان دونوں روایات کا ایک ہی پس منظر ہے اور ان دونوں میں اس چیز کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ نماز کے علاوہ سے نمازی کا دل فارغ کیا جائے جیسے یہ

الشراب (بذل المجہود: ۴۔۱۴۰)

روایت قضا حاجت کے بارے میں آئی ہے اسی طرح مذکورہ روایت بھی اپنی کھانے پینے کی حاجت کو پورا کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

تو اس روایت کا مفہوم یہ ٹھہرا کہ جب تم اذان سنو اور تم کھا پی رہے ہو تو اپنی حاجت پورا کرنے کے بعد نماز کے لیے آؤ۔

دوسرا معنیٰ:

محدثین نے اس روایت کا دوسرا معنیٰ یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد اذان مغرب ہے اس فرمان کے ذریعے افطاری میں جلدی کی تاکید ہے کہ اگرچہ اذان کے وقت کھانا پینا چھوڑ دینا سنت ہے لیکن رمضان المبارک میں اذان مغرب کے دوران کھانا پینا خلاف سنت نہیں کیونکہ اس ارشاد نبوی ﷺ نے واضح کر دیا کہ اگر اذان مغرب شروع ہو جائے اور تمہارے ہاتھ میں کھانے پینے کا برتن ہے تو فی الفور افطار کر کے بھوک اور پیاس بجھا لیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اسی معنیٰ کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

احتمال دارد که آذان مغرب باشد پس دریں تاکید است برائے تعجیل افطار اگرچه ترك اکل وشرب نزد آذان مسنون است (اشعة اللمعات: ۲۔۸۳)

ممکن ہے مراد اذان مغرب ہو تو اس میں جلدی افطار کی تاکید ہے اگرچہ اذان کے وقت کھانا پینا چھوڑ دینا مسنون ہے۔

یعنی اس اذان سے مراد آذان مغرب ہے نہ کہ آذان فجر تو آپ ﷺ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اگرچہ دیگر نمازوں کے لیے اذان کو سنتے ہوئے کھانا پینا مناسب نہیں لیکن رمضان میں افطار کے وقت اذان مغرب کے دوران کھانا پینا سنت کے خلاف نہیں بلکہ یہ افطار میں جلدی ہے جو روزہ دار کے حال کے مناسب ہے۔

تیسرا معنیٰ:

اس کا تیسرا مفہوم محدثین نے یہ بیان کیا کہ اس سے مراد اذان بلال رضی اللہ عنہ ہے

کیونکہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں مسجد نبوی ﷺ میں دو اذانیں ہوا کرتی تھیں ایک تہجد کی جو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ دیا کرتے جبکہ دوسری اذان فجر ہوتی جو حضرت عبد اللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ دیا کرتے تو آپ ﷺ نے اس فرمان کے ذریعے لوگوں کو متوجہ کیا کہ اذان بلال پر کھانے سے رُک نہ جاؤ بلکہ کھانا کھاؤ کیونکہ وہ اذان طلوع سحر سے پہلے دی جاتی ہے۔

امام خطابی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

هذا مبنى على قوله عليه الصلوٰة والسلام ان بلالاً يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن اُم مكتوم

حضور ﷺ کا یہ ارشاد عالی اس پر مبنی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات ہوتے ہوئے اذان دیتے تو فرمایا: تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن اُم مکتوم آذان دیں۔

(مرقاۃ المفاتیح: ۴۔ ۲۸۳)

شارح مشکاۃ امام شرف الدین حسین بن محمد (ت: ۷۴۳) نے یہی بات ان الفاظ میں لکھی:

هذا بناء على قوله ﷺ ان بلالاً يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن اُم مكتوم

بلال رات ہوتے ہوئے اذان دیتے ہیں تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ابن مکتوم اذان دیں۔

(الکاشف عن حقائق السنن: ۴۔ ۱۸۲)

یعنی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اذان بلال سے تمہیں کھانے پینے سے رک جانے کا دھوکہ نہ ہو کیونکہ وہ رات ہوتے ہوئے اذان تہجد دیتے ہیں تم اس کے بعد بھی اپنی ضرورت کے مطابق کھا پی سکتے ہو۔

چوتھا معنیٰ:

اس مقدس فرمان کا محدثین نے چوتھا مفہوم یہ بیان کیا کہ ایک آدمی نے اذان فجر سنی آسمان پر بادل تھے اور اسے یقین ہے کہ ابھی طلوع سحر نہیں ہوئی لیکن مؤذن نے اذان دیدی تو اب وہ شخص کھا پی سکتا ہے کیونکہ اب یہ اذان اس کے ہاں طلوع سحر سے پہلے ہوئی ہے۔ اسی بات کو حضرت ملا علی قاری نے ان الفاظ میں لکھا ہے:

وھذا اذا علم او ظن عدم الطلوع

یہ کھانے پینے کی اجازت اس وقت ہے جب اس شخص کو عدم طلوع سحر کا یقین یا غالب گمان ہو۔

اس کے بعد امام ابن الملک کے حوالے سے لکھا:

ھذا اذا لم یعلم طلوع الصبح اما اذا علم انه قد طلع او شك فیه فلا

(مرقاۃ المفاتیح: ۴_ ۲۸۳)

یہ اس وقت ہے جب اس شخص کو طلوع صبح کا یقین نہیں لیکن اگر اسے یقین ہے کہ طلوع فجر ہو چکی یا اسے اس بارے میں شک ہے تو اس کے لیے کھانے پینے کی اجازت نہیں۔

پانچواں معنیٰ:

اس ارشاد نبوی ﷺ کا پانچواں معنیٰ محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ اذان کے بعد بھی کھانے پینے کی اجازت ابتدائے اسلام میں ہو جیسے ابتدائے اسلام میں صحت مند لوگوں کو بھی روزہ رکھنے اور فدیہ دینے کا اختیار تھا لیکن اسے بعد میں منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

(البقرہ: ۱۸۵)

جو ماہ رمضان پائے وہ روزہ ہی رکھے۔

حضرت ملا علی قاری نے یہی مفہوم اپنے ان الفاظ میں لکھا ہے:

ولعل ھذا کان فی اول الامر

(مرقاۃ المفاتیح: ۴_ ۲۸۳)

ممکن ہے یہ اجازت ابتدائے اسلام میں ہو۔

آپ نے تمام محدثین سے اس ارشاد نبوی ﷺ کا مفہوم پڑھ لیا ان میں سے کسی بھی محدث نے طلوع سحر پر اذان کے بعد روزے دار کو کھانے پینے کی اجازت نہ سمجھی اور نہ بیان کی ہے۔ ہم نے اسلام کی خدمت کرتے ہوئے فرمان نبوی ﷺ کی صحیح تشریح سامنے لانے کی کوشش کی ہے تاکہ اسلام کی تعلیمات میں رخنہ اندازی نہ کی جا سکے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین